محمد اسحاق

فوائد فیروز شاہی

ایک نادر علمی مخطوطہ

فیروز شاہ تغلق آٹھویں صدی ہجری میں ہندوستان کا مشہور بادشاہ ہوا ہے۔ یہ ۷۱۰ھ (۱۳۱۱ء) میں پیدا ہوا، بیالیس سال کی عمر میں ۷۵۲ھ (۱۳۵۱ء) میں تخت حکومت پر متمکن ہوا اور اسی برس کی عمر پا کر ۷۹۰ھ (۱۳۸۹ء) میں فوت ہوا۔

اس کا دور حکومت امن و امان، عدل و انصاف، علم و فضل اور نیکی و تصوّف کا دور تھا۔ خود بادشاہ معدلت گستری میں معروف علم و علما کا قدر دان اور صلحا و صوفیا کا معتقد تھا۔ اس کے دور میں متعدد نامور علما پیدا ہوئے اور کئی کتابیں معرض تصنیف میں آئیں، جن میں مولانا امام ہمام صدر الملت والدین یعقوب مظفر کرانی کی "فقہ فیروز شاہی" خاص طور سے لائق تذکرہ ہے۔ اور یہ بشکل مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے۔

(کیٹیلاگ آف انڈیا آفس لائبریری لندن۔ حصہ فارسی، ص ۱۳۷۷، مخطوطہ ۲۵۶۴)

یہ کتابیں اس بات کی وضاحت کناں ہیں کہ فیروز شاہ علم و علما اور فقہ و فقہا سے دلبستگی رکھتا تھا۔ اور اپنی قلمرو میں اس کی نشر و اشاعت کے لیے کوشاں رہتا تھا۔

فوائد فیروز شاہی

اس زمانے کی تصانیف میں سے ایک اہم کتاب "فوائد فیروز شاہی" بھی ہے۔ یہ کتاب اس دور کے ایک ذی علم بزرگ شرف محمد عطائی کی تصنیف ہے اور متعدد مسائل پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔ مخطوطہ کی شکل میں اس کا ایک نسخہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری (لاہور) میں موجود ہے۔

یہ مخطوطہ دو جلدوں میں مجلد اور محفوظ ہے۔ پہلی جلد مع فہرست کے ۲۰۹ اوراق پر مشتمل ہے۔

دوسری جلد ۲۱۰ سے شروع ہو کر ۴۳۷ اوراق پر ختم ہوتی ہے۔ سرورق پر کتاب کا نام یا اس سے متعلق کوئی شئی درج نہیں بلکہ ادھر ادھر کی اور ہی چند سطور مرقوم ہیں، صفحہ ۲ اور ۳ پر ابتدائیہ ہے۔ فہرست کتاب بیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہ سرخ اور سیاہ دونوں قسم کی روشنائی سے لکھی گئی ہے۔

دوسرا صفحہ جس سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے مع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ۱۴ سطور کا ہے اور تیسرا صفحہ ۲۱ سطور پر مشتمل ہے جس پر باریک قلم سے حاشیہ بھی ہے۔ بعض الفاظ سرخ روشنائی سے خط کشیدہ بھی ہیں۔ کچھ الفاظ کا بین السطور ترجمہ دیا گیا ہے اور چند الفاظِ جمع کے واحد درج کیے گئے ہیں۔ فہرست صفحہ ۴ سے شروع ہوتی ہے۔ فہرست سے بعد کے ۹ صفحے اکیس اکیس سطر کے ہیں اور ان پر باریک قلم سے گنجان حواشی بھی ہیں۔ اس سے اگلا صفحہ ۱۹ سطر کا ہے۔ اور حاشیہ اس کا بھی گنجان اور باریک ہے۔ آگے چل ۱۹، ۱۷ اور ۱۶ سطر کے صفحے ہیں اور کہیں کہیں حواشی بھی ہیں۔ اس کا کاغذ خاکی رنگ کا ہے جو مضبوط اور دبیز ہے۔ ہر ورق کرم خوردہ ہے اور ہر ہر ورق میں بے شمار سوراخ ہیں بعض مقامات پر الفاظ سوراخوں کی زد میں آگئے ہیں لیکن ان کو پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ البتہ ابتدائی دو صفحات زیادہ زخمی ہیں، جن کے بعض حصوں پر جلد ساز نے سفید رنگ کا باریک سا کاغذ چسپاں کر دیا ہے اور الفاظ اس کاغذ کے نیچے آگئے ہیں جس کی وجہ سے ان الفاظ کا پڑھنا اور سمجھنا ناممکن ہو گیا ہے مخطوطے کا سائز $8\frac{1}{2}'' \times 9''$ ہے۔

معلوم ہوتا ہے پرانے دور کے کاتبوں نے بعض حروف کی پہچان کے لیے کچھ خاص قسم کی علامتیں مقرر کر رکھی تھیں، جو اس مخطوطے کی کتابت میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً حرف "س" کے نیچے نقطے اس طرح (..) لکھے گئے ہیں یعنی کاتب نے سنان کو سِنان، مجالس کو مجالِس، ترسم کو ترسِم، سعدی کو سِعدی، اور شستن کو شِستن لکھا ہے۔

البتہ سیف الدین کی "س" کے نیچے نقطے نہیں دیئے گئے بعض مقامات پر سعدی کی "س" بھی ان نقطوں سے خالی ہے۔

اسی طرح "گ" کو "ک" اور "چ" کو "ج" لکھا ہے۔ اور "ہ" کے ہندسے کا انداز کتابت یہ "ی" "ح" ہے اور "۴" کا یہ "ع"۔

فہرست

فہرست کا آغاز "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے ہوتا ہے اور اس کے نیچے یہ الفاظ ہیں:

"فہرست الابواب من الکتاب فوائد فیروز شاہی"

اس کا بہرۂ فہرست چار اقسام، ایک سو پندرہ ابواب اور پانچسو چوہتر فصول کو اپنے دامنِ صفحات

بیٹے ہوئے ہے۔ ترتیب فہرست اس طرح ہے کہ پہلے تو فہرست ہی میں ہر اہم مسئلہ سے متعلق ایک باب قائم کیا گیا ہے۔ مثلاً: "باب سی و یکم در جہاد"، پھر اس کے تحت اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں سے متعلق الگ الگ چھوٹے چھوٹے ضمنی عنوان "فصل" کے ساتھ قائم کیے گئے ہیں۔ یعنی فصل در شجاعت۔ فصل در صفت سرلشکر، فصل در متفرقات، فصل در غنیمت۔

فہرست کے علاوہ اصل کتاب میں جہاں یہ مسئلہ مذکور ہے وہاں بھی اسی طرح ایک ہی جگہ یہ تمام عنوان اسی ترتیب سے لکھے گئے ہیں بلکہ وہاں بعض ضمنی عنوان فہرست کے عنوانات سے زیادہ ہیں پھر اس سے آگے ہر مسئلہ الگ الگ عنوان قائم کر کے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں بھی بعض مقامات پر اصل باب کے سلسلے کے ضمنی عنوانات میں مزید اضافہ کیا گیا ہے مطلب یہ کہ فہرست میں تو ضمنی عنوانات لکھنے میں اختصار سے کام لیا گیا ہے لیکن اصل کتاب میں پورے عنوانات دیے گئے ہیں۔ اگر فہرست بھی تمام عنوانات کو حاوی ہوتی تو اس میں کئی صفحات کا مزید اضافہ ہو جاتا۔

مخطوطہ ناقص ہے

لیکن اس کے ساتھ ہی چند عنوانات ایسے بھی ہیں جو فہرست میں تو موجود ہیں مگر اصل کتاب میں مذکور نہیں ہیں۔ مثلاً باب ۷۱ اور باب ۷۲ مع فصول کے فہرست میں درج ہیں مگر کتاب میں نہیں ہیں۔ وہ ابواب یہ ہیں: باب ہفتاد و یکم۔ در اطاعت امرا و کرم و دولت و حرمت۔ اس کی تین فصلیں ہیں؛ باب ہفتاد و سوم۔ در بدن کردن بر کسے سخن خستہ و عذر گناہ کردن۔ اس کی بھی تین فصلیں ہیں۔ یہ ابواب پوری کتاب میں مجھے نہیں ملے۔ اس اعتبار سے مخطوطے کا پیشِ نگاہ نسخہ ناقص ہے۔

پانچ ابواب جو آخر میں درج ہیں

علاوہ ازیں درج ذیل ابواب مع ذیلی فصول کے فہرست میں تو صحیح ترتیب سے درج ہیں مگر کتاب کے آخر میں دیئے گئے ہیں:

۱۔ باب ہفتاد و چہارم۔ در غیبت و طعنہ و بہتان، اس کی پانچ فصلیں ہیں۔

۲۔ باب ہفتاد و پنجم۔ در آزاد کردن بندہ و مکاتبت و مدبر گردانیدن۔ اس کی تین فصلیں ہیں؛

۳۔ باب ہفتاد و ششم۔ در بندہ محجور و ماذون و کنیزک ام ولد۔ اس کی بھی تین فصلیں ہیں۔

۴۔ باب ہفتاد و ہفتم۔ در کسب و تجارت و ربوٰ و محتکر۔ اس کی چار فصلیں ہیں۔

۵۔ باب ہفتاد و ہشتم۔ در اجارت و زراعت و شرکت۔ اس کی تین فصلیں ہیں۔

ترتیب عنوانات اور الفاظ میں اختلاف

بعض ابواب وفصول کی ترتیب کتاب کے ابواب وفصول سے مختلف ہے۔ مثلاً فہرست میں "باب در زکوٰۃ" پہلے ہے اور اس کے بعد "باب در سجدہ ہا و دعا قنوت" ہے۔ لیکن کتاب میں "باب در سجدہ ہا و دعا قنوت" پہلے ہے۔ اور "باب در زکوٰۃ" بعد میں دیا گیا ہے۔ اسی طرح کئی ابواب میں تقدیم و تاخیر کا یہ عمل چلتا ہے۔ پھر متعدد مقامات پر عنوانات فہرست اور عنوانات کتاب کے الفاظ میں بھی فرق ہے۔ مثلاً فہرست میں "فصل در ماہیت علم" ہے اور کتاب میں "ماہیت ایمان" ہے اور "ماہیت ایمان" ہی صحیح ہے۔ کیونکہ یہ فصل "باب دوم در ایمان و اسلام" کے تحت قائم کی گئی ہے۔ اور باب کا تقاضا یہ ہے کہ ضمنی عنوان یعنی فصل "در ماہیت ایمان" ہی ہو نہ کہ "در ماہیت علم"۔ اسی طرح فہرست میں "فصل در نشانی ہائے ایمان" ہے۔ اور کتاب میں "فصل در علامات ایمان ہے۔

باب سوم "در احکام شرع معرفت مذہب سنت وجماعت" کے تحت فہرست میں "فصل در سنت وجماعت" ہے اور کتاب میں "فصل در مذہب سنت وجماعت" ہے۔ یعنی لفظ "مذہب" کا اضافہ ہے جو صحیح ہے۔

"باب سیزدہم در احکام مسجد" کے تحت فہرست میں ایک عنوان "فصل در بیان مسجد" ہے اور کتاب میں "فصل در بنائے مسجد" ہے

"باب ہفدہم در فضیلت نماز" کے تحت فہرست میں "فصل در تکبیرات اولیٰ" کا عنوان ہے لیکن کتاب میں "فصل در تکبیر اولیٰ" ہے۔

اسی باب میں فہرست میں "فصل حدیث در نماز" ہے اور کتاب میں "فصل حدث در نماز" ہے۔

غرض بہت سے مقامات پر عنوانات میں الفاظ کا یہ فرق پایا جاتا ہے۔

آخری دس صفحات

مخطوطے کے آخر میں دس صفحے باریک کاغذ کے ہیں۔ ان کا قلم کتابت بھی باریک ہے۔ اور یہ صفحات باقی نسخے کی کتابت کی بہ نسبت گنجان بھی ہیں۔ ان دس صفحات میں سے پہلے چھ صفحوں کی سطریں ۲۷ سے ۳۰ تک فی صفحہ ہیں۔ اور ان کا سائز مخطوطے ہی کا ہے۔ ان کے بعد کے دو صفحوں میں سے جو نسبتاً چھوٹے ہیں، ایک کی ۲۶ اور ایک کی ۱۹ سطریں ہیں۔ ۱۹ سطور کے صفحہ پر حاشیہ بھی ہے۔ آخری دو صفحے

بہت چھوٹے سائز کے ہیں۔ مگر کاغذ کا رنگ ایک ہی ہے۔ جہاں سے ان دس صفحات کا آغاز ہوتا ہے اس سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ اسی مخطوط کا حصہ ہیں، کیونکہ جو مضمون پیچھے سے چلا آرہا ہے وہ ان صفحات کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا اور تسلسل ٹوٹ جاتا ہے جس کی وجہ سے پڑھنے والا پریشان ہو جاتا ہے لیکن صفحات کے نمبروں کی ترتیب مسلسل ہے اور اس کی رُو سے یہ صفحات بھی اسی مخطوطے کا حصّہ معلوم ہوتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ ان دس صفحات میں سے ابتداء کے چھ صفحے فی الواقع مخطوطے کا حصّہ ہیں اور یہ ان ابواب پر مشتمل ہیں۔ باب ہفتاد و چہارم، باب ہفتاد و پنجم، باب ہفتاد و ششم، باب ہفتاد و ہفتم، باب ہفتاد و ہشتم۔

یہ وہ ابواب ہیں جو (جیسا کہ گذشتہ سطور میں عرض کیا گیا ہے) فہرست میں تو موجود ہیں لیکن کتاب کا اصل مقام ان سے خالی ہے۔ یہ ابواب مع فصول کے مرتب نسخہ نے آخر میں رکھدیئے ہیں۔ رہے اس کے بعد کے چار صفحے تو ان کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی مخطوطے ہی کا حصّہ ہیں، ان میں کچھ دعائیہ قسم کا مضمون ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مخطوطے کا آخری حصّہ ہے، جیسے دعائیہ کلمات کے ساتھ ختم کیا گیا ہے۔

تاریخ کتابت

ان میں کے بالکل آخری دو صفحے بہت چھوٹے سائز کے ہیں، ایک ۹ سطر کا ہے اور ایک ۶ سطر کا۔ اور ان دونوں صفحات کا نیچے کا نصف حصّہ خالی ہے۔ آخری صفحہ کی آخری سطر پر تاریخ کتابت مرقوم ہے جو ۱۲ صفر ۱۱۵۲ھ ہے۔ اس حساب سے کہنا چاہیے کہ یہ مخطوط قمری حساب کے مطابق آج سے دو سو چونتیس (۲۳۴) برس پہلے کا لکھا ہوا ہے لیکن کس نے لکھا ہے اور کہاں لکھا ہے؟ اس کا پتہ نہیں چلتا!

چار نسخے

فوائد فیروز شاہی کے نسخے کہاں کہاں پائے جاتے ہیں؟ اس کی تلاش و جستجو میں مَیں نے بڑی محنت اور تگ و دَو کی، لیکن پوری سعی و کوشش کے باوجود چار نسخوں سے زیادہ کا سراغ لگانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اس کا ایک نسخہ تو ترکی کی ستنبول لائبریری میں ہے جس کا تذکرہ علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف

حاجی خلیفہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "کشف الظنون" میں ان الفاظ میں کیا ہے:

"فوائد الفیروز شاہیہ - فی فروع الحنفیۃ" (صفحہ ۱۳۰۰ - جلد ۲ - مطبوعہ ۱۹۴۳ء (۱۳۶۲ھ)

دوسرے نسخے کا تذکرہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکشن میں مندرجہ ذیل میں ملتا ہے:

"چودھویں صدی مسیحی کے ہندوستانی مسلمان عوام کے جو عقیدے، قصے کہانیوں اور جادو ٹونوں سے وابستہ تھے ان کے متعلق یہ ایک ایسا عجیب دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) ہے جو بہت دلچسپ معلومات بہم پہنچاتا ہے۔ اس کا سائز ۱۰$\frac{1}{2}$ + ۷" ہے۔ ہر صفحہ کی سطریں ۱۱ سے ۱۳ تک ہیں"

(صفحہ ۵۱۷ ۱۳۸۷)

تیسرا نسخہ: خدا بخش لائبریری بانکی پور میں ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"فوائد فیروز شاہی - فرقہ اہل سنت والجماعت کی فقہی معلومات کا جامع و مانع قاموس یا دائرۃ المعارف ہے۔ اس میں دینی، اخلاقی اور لسانی مسائل سے بحث کی گئی ہے اور کثیر التعداد معتبر اور مستند کتابوں کے اقتباسات ہیں۔ شرف محمد العطاری کی تالیف ہے۔ کتاب کے آخر میں مؤلف یہ لکھتا ہے کہ اس نے یہ کتاب ابوالمظفر فیروز شاہ تغلق کے نام منتسب کی ہے، جس نے ۷۵۲ھ سے ۷۹۰ھ یعنی مطابق ۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء حکومت کی ہے۔ اس کتاب کے متعلق فیروز شاہی مورخوں میں سے نہ تو شمس سراج عفیف اور ضیاء الدین برنی کچھ بتاتے ہیں اور نہ سیرت فیروز شاہی میں کچھ اس کا تذکرہ ہے۔ اسی مضمون کی ایک اور کتاب "فقہ فیروز شاہی" صدر الدین یعقوب مظفر کرمانی نے بھی لکھی تھی جس کو ان کی وفات کے بعد فیروز شاہ تغلق نے شائع کیا۔ انڈیا آفس لائبریری لندن کے کیٹلاگ میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور یہ نسخہ ایک سو پندرہ[۱۱۵] ابواب پر منقسم ہے۔ مؤلف نے معتبر اور گراں قدر کتابوں سے اقتباس کیا ہے۔ مثلاً شرح طحاوی، ہدایہ، اخلاق الناصری اور بستانِ فقیہ وغیرہ، شعرا میں خسرو، سعدی، نظامی، خاقانی، ہمام الدین تبریزی وغیرہ کے اشعار دیئے گئے ہیں۔ یہ نسخہ خوشخط ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں ہے مگر سرورق پہ جو نوشتہ ہے وہ یقیناً اسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جس نے اس نسخہ کی کتابت کی ہے اس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کتابت بمقام جونپور ماہ رجب ۹۷۷ھ میں ہوئی۔

نوشتہ مذکور حسب ذیل ہے۔

"ایں کتاب کہ موسوم است بفوائد فیروز شاہی در بلدۂ جون پور استکتاب کردہ شد بتاریخ شہر

رجب المرجب سنہ سبعۃ وسبعین وتسمائۃ - العبد منعم بن میرم"۔
شروع کتاب میں حاشیہ پر کچھ عبارتیں ہیں۔ تاریخی قدرو اہمیت کے اعتبار سے یہ نسخہ بہت کچھ قابلِ التفات ہے" (۲۴۶۲ - فوائد فیروز شاہی، خدا بخش لائبریری - بانکی پور)

خدا بخش بانکی پور لائبریری اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکشن کے نسخوں کے بارے میں مجھے جناب محترم پروفیسر شیخ عبدالرشید صاحب (ایڈوائزر سنٹرل ریسرچ سوسائٹی) نے معلومات بہم پہنچائے جس کے سلسلے میں ان کا بہت شکر گذار ہوں۔

ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکشن (مطبوعہ ۱۹۲۴ء کلکتہ) میں اس کا تذکرہ کچھ زیادہ تفصیل سے کیا گیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"یہ ایک نہایت دلچسپ مذہبی دائرۃ المعارف ہے جس میں ہر طرح کے عقائد اور ہر ممکن ماحول میں آدابِ معاشرت وغیرہ کی جامع معلومات درج ہیں۔ قطع نظر اس کی مذہبی قدر و قیمت کے کتاب قصّے کہانیوں اور زمانۂ وسطیٰ یعنی آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر سولہویں صدی تک کے ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق بہت دلچسپ اور وسیع معلومات فراہم کرتی ہے۔ مولّف اپنا نام شرف الدین العطائی بتاتا ہے اس نے اس کتاب کو فیروز شاہ تغلق کے نام معنون کیا ہے جو اغلباً دہلی کا فیروز شاہ ثالث (۷۵۲ - ۷۹۰ھ) ہے جس نے مذہبی لٹریچر کی سرپرستی کی - یہ تالیف ایک سو پندرہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کی مختلف فصلیں ہیں۔

آخری حصّہ قدرے ناقص ہے، جس میں آخری باب کا ابتدائی حصّہ غائب ہے تعارف میں فہرست مضامین موجود ہے۔ اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے "الحمد للہ الحنان الذی خلقنا من الانسان" الخ (صفحہ ۵۱۷)

چوتھا نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری (لاہور) میں ہے، جو اس وقت پیشِ نگاہ ہے۔

تقابل

مصنف اور مضامین کتاب کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطے کے تعارف کے سلسلے میں مختلف مجموعہ ہائے فہارس کتب میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس کا تقابلی جائزہ لیا جائے۔

اس ضمن میں سب سے پہلے "کشف الظنون" کو لیجیے، اس میں صرف کتاب کے نام اور اس

کے موضوع کا ذکر کیا گیا ہے، باقی تفصیلات اور مصنف کا نام نہیں بتایا گیا، معلوم نہیں استنبول لائبریری کے نسخے میں یہ باتیں درج ہیں یا نہیں!

اس کے بعد رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکشن کو سامنے رکھیے، اس میں اس سے متعلق جیسا کہ پہلے گذر چکا لکھا ہے:

"یہ کتاب چودھویں صدی عیسوی کے مسلمان عوام کے جو عقائد قصّے کہانیوں اور جادو ٹونوں سے وابستہ تھے۔ ان کا ایک معلومات افزا اور عجیب و غریب دائرۃ المعارف ہے"

اس کے لیے اس میں (FOLKLORE) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنے قصّے کہانیوں، رسوم و عوائد اور لوک گیتوں کے ہیں، حالانکہ اس میں اس قسم کی باتیں بالکل نہیں ہیں، ہاں اس میں امام غزالی اور دوسرے بزرگانِ دین سے منقول کچھ نصیحت آموز واقعات اور اصلاحی حکایات اور فارسی کے اشعار ضرور درج ہیں، اور ان کا تعلق قصّے کہانیوں یا لوک گیتوں سے نہیں بلکہ اصلاح و موعظت، پاکیزگیٔ قلب و ذہن اور تزکیۂ نفس سے ہے۔ اصلاحی امور کے بیان میں کنز العباد[1] کا نام بھی کتاب میں بار بار آتا ہے۔

جادو ٹونوں کے بارے میں اس کلکشن میں (MAGIC) اور (WITCHCRAFT) کے لفظ استعمال کیے گئے ہیں، حالانکہ اس کتاب میں نہ جادوگری کے مباحث ہیں، نہ جنوں اور بھوتوں کی کہانیاں ہیں اور نہ چڑیلوں کے قصّے اور ٹونوں کے تذکرے! البتہ "سحر" اور "کہانت" پر ایک باب قائم کیا گیا ہے جو بہت مختصر ہے اور اس میں سحر اور کہانت کی چند سطور میں تغلیط اور تکذیب کی گئی ہے اور اس کا انداز بالکل وہی ہے جو حدیث و فقہ کی دوسری کتابوں کا ہے!

رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکشن سے قاری کے ذہن پر یہ تاثر پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب شاید ان مباحث پر بھی مشتمل ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس میں اس نوع کی کوئی بات درج نہیں۔

ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکشن میں بھی (FOLKLORE) کا لفظ ہے اور اس میں کتاب کا تعارف زیادہ وضاحت سے کرایا گیا ہے۔ ان دونوں مجموعوں میں مصنف کے نام "شرف" کے ساتھ خطوط ہلالی میں "الدین" کا لفظ بھی لکھا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ممکن ہے اس کا نام "شرف الدین محمد العطائی"

---

[1] کنز العباد فی شرح اللاوراد۔ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے اوراد کی شرح ہے، جو فارسی زبان میں علی بن احمد غوری نے لکھی ہے (کشف الظنون جلد ۲، صفحہ ۱۵۱۷)

ہو۔ مگر مجھے اس نام کا بھی کوئی شخص کسی کتاب میں نہیں ملا۔

خدا بخش بانکی لائبریری کے نسخے کا تعارف بھی گذشتہ صفحات میں درج کیا گیا ہے جس میں مصنف کا نام "شرف محمد عطاری" لکھا ہے، حالانکہ باقی تمام نسخوں اور مجموعہائے فہارس کتب میں "شرف محمد عطائی" درج ہے۔ پھر اس میں لکھا ہے کہ:

"کتاب کے آخر میں مؤلف لکھتا ہے کہ اس نے یہ کتاب ابو المظفر فیروز شاہ تغلق کے نام منتسب کی ہے"۔

میرے سامنے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا جو نسخہ ہے، اس میں مؤلف نے کتاب کے آغاز میں فیروز شاہ کی طرف اس کا انتساب کیا ہے، آخر میں نہیں۔ پھر تعارف میں بتایا گیا ہے کہ اسی مضمون کی ایک اور کتاب "فقہ فیروز شاہی" ہے اور ساتھ ہی انڈیا آفس لائبریری لندن کے کیٹلاگ کے حوالے سے "فقہ فیروز شاہی" کے مصنف کا نام "صدر الدین یعقوب مظفر کرمانی" لکھا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ "فقہ فیروز شاہی" صرف فقہی مسائل پر مشتمل ہے، جیسا کہ انڈیا آفس لائبریری لندن کیٹلاگ کے صفحہ ۱۴۷۷ پر مذکور ہے اور "فوائد فیروز شاہی" فقہیات کے علاوہ دیگر بے شمار مسائل و مباحث کا بھی احاطہ کیے ہوئے ہے (جیسا کہ آیندہ سطور میں بیان کیا جائے گا)، علاوہ ازیں انڈیا آفس لائبریری لندن کیٹلاگ میں "فقہ فیروز شاہی" کے مصنف کا نام "صدر الدین یعقوب مظفر کرمانی" نہیں لکھا ہے، بلکہ اس طرح لکھا ہے:

"مولانا امام ہمام صدر الملت والدین یعقوب مظفر کرامی"۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۴۷۷ کتاب ۲۵۲۴)

ابتدائیہ

مخطوطے کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

"الحمد للہ الحمید الحنان الذی خلقنا من الانسان وانطق السنتنا بالبیان والبرھان وجعلنا من امۃ نبی آخر الزمان الموصوف بالحق العظیم فی القرآن المخصوص سلقیۃ دخول الجنان والصلوٰۃ علی النبی وعلی اخوانہ وآلہٖ واصحابہٖ"

ابتدائیہ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں ہے۔ نسخے کے کاتب کا نام درج نہیں لیکن جس نے اس کی کتابت کی ہے، معلوم ہوتا ہے وہ عربی زبان اور اس کے اسلوبِ کتابت سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا اس نے "وانطق السنتنا" کو "وانطق التنا" لکھا ہے اور "بالبیان"۔ "بالحق"۔ "بالعبادۃ"۔ "لاصحاب"

وغیرہ الفاظ کو "باالبیان"۔ "باالحق"۔ "باالعبادۃ" اور "لااصحاب" لکھا ہے۔ یہاں۔ "با"۔ "لا" کے بعد "الف" کا اضافہ غلط ہے۔

ابتدائی سطور بتاتی ہیں کہ خود مصنف کی عربی بھی کمزور ہے۔ مثلاً آغاز فہرست میں اس نے "فہرست الابواب من الکتاب فوائد فیروز شاہی" لکھا ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ لفظ "کتاب" پر الف لام لانا صحیح نہیں۔ "من کتاب فوائد فیروز شاہی" لکھنا چاہیئے تھا۔ البتہ اگر "فوائد فیروز شاہی" کو "الکتاب" کا بدل مانا جائے تو صحیح ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں "الکتاب" کا الف لام "عہد" کا ہوگا۔

کتاب فارسی میں ہے۔ اس کے مصنف کا نام شرف محمد عطائی ہے۔ اور اس نے اس کو ابوالمظفر فیروز شاہ تغلق کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور یہ انتساب اس زمانہ کے رواج کے عین مطابق ہے۔ اس دور میں مصنفین اپنی کتابوں کی شہرت و اشاعت اور عوام و خواص میں مقبولیت کے لیے ان کا انتساب حکمرانوں اور بادشاہوں کی طرف کر دیتے تھے۔

مصنّف

"فوائد فیروز شاہی" کے مصنف شرف محمد عطائی کے حالات معلوم کرنے کے لیے مَیں نے بہت سی قدیم و جدید کتابیں دیکھیں۔ مثلاً کیٹلاگ آف انڈیا آفس لائبریری لندن، برٹش میوزیم سٹوری، فہرست آصفیہ لائبریری حیدر آباد دکن، تاریخ فیروز شاہی (از شمس سراج عفیف) جو فیروز شاہ اور اس کے زمانہ کی ایک مستند تاریخ ہے، تاریخ فیروز شاہی (از ضیاء الدین برنی) تاریخ فرشتہ، تذکرہ علماء ہند، نزہتہ الخواطر، تغلق نامہ، منتخب التاریخ اور ان کے علاوہ دیگر متعدد مستند کتابوں کی طرف رجوع کیا اور بہت سے اہل علم حضرات کے بابِ عالی پہ دستک دی، مگر فوائد فیروز شاہی اور اس کے مصنف کا کوئی کھوج نہ لگ سکا اور تاریخ کے اوراق نے ان کے بارے میں کچھ بھی معلومات فراہم نہ کیں، لیکن اس عدم ذکر کا یہ معنی نہیں کہ یہ کتاب اور اس کا مصنف تاریخ نگاروں اور تذکرہ نویسوں کے نزدیک لائق اعتنا نہ تھے بلکہ یہ محض ایک تساہل ہے اور مؤرخین سے اس قسم کا تساہل ہو جانا کوئی انوکھی اور اچنبے کی بات نہیں۔

اس عدم ذکر کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے یونہی بلا قصد و ارادہ کے مؤرخین نے اس کا ذکر نہ کیا ہو۔ یا ہو سکتا ہے، وہ ایک گوشہ گیر اور درویش صفت انسان ہو۔ عام طور پر مؤرخین کسی

بادشاہ کے دَور کے انھیں لوگوں کو اوراقِ کتاب کی زینت بناتے ہیں جو بادشاہ کے دربار میں حاضری دیتے رہے ہوں اور مؤرخین و وزراء و اہل دربار کی نظروں کے سامنے رہتے ہوں لیکن بعض اہلِ علم شاہی درباروں میں حاضر ہونے کے عادی نہیں ہوتے اور وہ نام و نمود کی خواہش سے بالا و بے نیاز رہ کر محض علمی کاموں میں مشغول رہتے ہیں، ان کو عام طور پر معاصر موزخین اس دَور کا "بڑا" اور "قابلِ ذکر" آدمی نہیں سمجھتے اور ان کی خدماتِ گوناگوں ان کے وضع کردہ پیمانۂ خاص میں پوری نہیں اترتیں، اس لیے وہ انھیں نظرانداز کر جاتے ہیں اور مناسب نہیں سمجھتے کہ ان لوگوں کو تاریخ کے صفحات میں جگہ دی جائے اور کسی انداز سے بھی ان کا تذکرہ کیا جائے۔

بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ خود وہ لوگ اتنے اُونچے، بھاری بھرکم، بالغ نظر اور ذی علم ہوتے ہیں کہ ہم عصر مصنف ان کو نشانۂ حسد و رقابت بنا لیتے ہیں اور اپنی رقابت کی بنا پر اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں کرتے، وہ غلط طور پر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اگر وہ ان کے علم و فضل کی وسعت پذیریوں کو بیان کریں گے تو اس سے خود ان کی اپنی اہانت و کمزوریوں کے پہلو نمایاں ہوں گے، حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ کسی اہل علم کے ذکر اور اس کی جائز تعریف سے خود مورخ کی ذاتی رفعت، اس کی قلبی عظمت، فراخ حوصلگی اور اس کے قلم کی غیر جانبداری کی وضاحت ہوتی ہے یہ ممکن ہے فیروز شاہی اور اس کے مصنف کے عدم ذکر میں اسی نوع کے اسباب میں سے کوئی سبب پنہاں ہو، ورنہ اگر آئینۂ کتاب میں مصنف کے علم و فضل کا جائزہ لیا جائے، تو کہنا پڑے گا کہ کتاب علم و فن کے جن گوشوں پر محیط ہے ان میں مصنف کو خاص درک اور گہرائی حاصل ہے اور ہر باب اس کی علمی بے پایانیوں کا غماز ہے، لیکن اگر اس دَور کے مورخین ہی کسی کے حالات و کوائف کی نقاب کشائی نہ کریں اور اس سے متعلق قلم و قرطاس کو حرکت میں نہ لائیں تو بعد کے مورخین کیونکر اس کا تذکرہ کر سکیں گے اور اس کے واقعاتِ زندگی کہاں سے تلاش کریں گے۔ متاخرین کا اصل مآخذ اور ذریعۂ معلومات تو متقدمین ہی ہیں۔

مضامین

مضامین کے اعتبار سے مخطوطے کو چند حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ایک حصہ مختلف علوم اور ان کی تعریف و وضاحت سے متعلق ہے۔

ایک حصّے میں عام فقہی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

ایک میں کچھ طبی نوعیت کے معلومات بہم پہنچائے گئے ہیں اور
ایک اخلاقیات اور نیکی و احسان اور اس کے مختلف گوشوں پر مشتمل ہے۔

مختلف علوم اور ان کی وضاحت

کتاب کا ابتدائی حصہ مختلف علوم کی تعریف اور وضاحت سے متعلق ہے۔ باب اوّل کا عنوان "در علم جبیل" ہے پھر قسم اول "در علم" کے بارے میں ہے۔ اس میں علم کے معنٰی اور مفہوم سے بحث کی گئی ہے۔ پھر الگ الگ فصلیں "ماہیتِ علم" "شرف علم" اور "تعلیم" کو محیط ہیں۔ اس کے بعد علم صرف، علم نحو علم صیلہ علم عروض اور علم حساب کی فصلیں ہیں۔

ان علوم پر مصنف نے بڑی اچھی بحث کی ہے اور ان کے تمام حدود اور گوشوں کو خاصی تفصیل سے بیان کیا ہے جس علم کے جس پہلو پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے اس میں آسانی پیدا کرنے اور بات قاری کے ذہن میں اتارنے اور راسخ کرنے کے لیے مناسب مواقع پر مثالیں بھی دی ہیں تاکہ مسئلہ زیرِ نظر کے کسی پہلو میں بیان و اظہار کی کمی اور تشنگی باقی نہ رہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ علوم اس زمانہ میں بنیادی اہمیت کے حامل تھے اور علما و طلبا ان کو خصوصیت سے مرکزِ توجہ ٹھہراتے تھے۔ اسی بنا پر مصنف نے بھی اس کو اولین اہمیت کا مستحق قرار دیا ہے اور اوائلِ کتاب ہی میں ان کو بیان کرنا ضروری گردانا ہے اس میں کوئی ایسی بات تو نہیں ہے جو اس موضوع کی دوسری کتابوں سے مختلف ہو، لیکن اس سے یہ بہرحال اندازہ ہوتا ہے کہ ان علوم کی تحصیل اس زمانے میں ضروری تھی اور خود فاضل مصنف ان پر مجتہدانہ نظر رکھتے تھے۔

حصۂ فقہی

اس مخطوطے میں فقہیات کا حصہ بڑا مفصل اور ان تمام عنوانات کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، صدقہ، عیدین، جمعہ، تجارت، بیوع، نکاح، طلاق، خلع، ایلاء، ظہار، لعان، اجارہ، شراکت، زراعت، احتکار، ہبہ، عشر، خراج، جزیہ، قصاص، دیت، شہادت، تعزیر وغیرہ امور پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

طبّی معلومات

ضروری طبی معلومات جس انداز سے کتاب میں مذکور ہیں وہ عام طبی کتابوں سے مختلف ہیں اس میں نبض اور اس کی پہچان کے طریقے، عام امراض اور ان کے علاج یا ادویات وغیرہ سے بحث نہیں کی گئی۔

بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ کون کون سی اشیاء صحت انسانی کے لیے مفید ہیں اور کن کن چیزوں کے استعمال سے کیا فوائد مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً گاجر، سیب، انار، شہد، کدو، خرما، خربوزہ میں طبی اعتبار سے جو فوائد مضمر ہیں، ان کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اور یہ حصّۂ کتاب بڑا دلچسپ ہے۔

اخلاقیات

• اخلاقیات کا حصّہ خصوصیت سے لائقِ اعتنا ہے۔ اس کو عام فقہی کتابوں سے ہٹ کر موضوع کتاب بنایا گیا ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ سب سے خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہیئے اور بحیثیت انسان کے ہر ایک کی عزت و تکریم ضروری ہے۔ پھر الگ الگ ابواب کے تحت چھوٹی چھوٹی فصلیں قائم کر کے یہ بیان کیا گیا ہے کہ کس کا احترام کس طرح کرنا چاہیئے۔ انسانیت کے کس طبقے سے کس نہج کا برتاؤ کیا جائے۔ اور کس آدمی کے حدودِ احترام کیا ہیں؟ مثلاً استاذ کی عزت، والدین کا احترام، اپنے سے بڑے کی تعظیم، اولاد پر شفقت، چھوٹوں پر رحم، علما کی توقیر، بزرگوں کی قدر و منزلت، اولیا کی تکریم، یہ اخلاقیات کی بنیادی قدریں ہیں اور ان میں جو فرقِ مراتب ہے اس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور ان کے احترام کے تقاضوں کو پورا کرنا انسانی فرائض میں داخل ہے۔

علاوہ ازیں بیمار کی بیمار پرسی، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، غربا و مساکین کی امداد، بیواؤں کی دیکھ بھال، ماتحت عملے سے حسنِ سلوک، ہمسایوں سے اچھے تعلقات، دوستوں سے میل جول، عام لوگوں سے ربط و مودت، اہلِ شہر سے استواریٔ علائق، رشتے داروں سے صلہ رحمی، نرمیٔ گفتار، عذوبتِ لسان وغیرہ امور کو اخلاق کے جزِ اساسی قرار دیا گیا ہے۔ اسی ضمن میں انسانوں کے علاوہ حیوانوں، مویشیوں اور ڈانگر ڈھوروں پر بھی نظرِ کرم اور نگاہِ شفقت کو ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ ان تمام امور میں حدیث اور فقہ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ اور فقۂ حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی تمام مکاتبِ فکر سے استدلال کیا گیا ہے۔

دیگر مباحث

اس کے علاوہ ترکِ دنیا، زہد و عبادت، صبر و شکر، قناعت و بے نیازی، تحمل و بردباری، انابت الی اللہ، دعا، خلوصِ نیت، صفائی قلب، ایفائے عہد، فوائد خاموشی، نصرتِ مظلوم، عدل و انصاف وغیرہ امور کو بہترین اسلوب سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مکر و فریب، ریاکاری و دھوکا دہی، ظلم و تعدی حسد و بدظنی، حرص و آز، طمع و لالچ، نخوت و غرور، عجب و خود پسندی، غیبت و عیب جوئی، بخل، حبِ دنیا،

بہتان طرازی، طعن و تشنیع، نکتہ چینی وغیرہ عیوب کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

ایک باب میں احتکار و ذخیرہ اندوزی اور ربٰو کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور لونڈی غلام کی آزادی، مکاتبت، تدبیر، ام ولد، بیع مملوک، بیع مملوک صغیرہ، غلام کی خرید و فروخت میں دھوکا بازی وغیرہ مسائل کو بھی موضوع بحث ٹھہرایا گیا ہے۔

کتاب میں خواب و رویا پر بھی ایک باب ہے، جس میں خواب دیکھنے والے کے خیالات، انواعِ خواب، خواب میں اللہ تعالیٰ کی رویت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور تعبیر رویا پر بھی بحث کی گئی ہے۔

سحر و جادوگری اور کہانت پر بھی ایک باب ہے جس میں اس کو غلط اور خلافِ شریعت ثابت کیا گیا ہے۔

توبہ و استغفار، گناہ و معصیت، دروغ گوئی اور جھوٹی شہادت پر بھی ایک باب ہے۔ اور یہ مسائل جس نہج سے ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کتاب بڑے نیک اور خدا رسیدہ بزرگ ہیں۔ وراثت، اصحابِ فرائض اور عصبات پر بھی ایک باب ہے۔

ایک باب تواریخ خلافت، عشرہ مبشرہ، فضیلتِ صحابہ اور اصحابِ کہف پر مشتمل ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں بھی ایک باب ہے اور ایک باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، آپ کے نسب، حلیہ مبارک، تعداد ازواج مطہرات اور وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر محتوی ہے۔

شہادت و بہادری، فوج، عسکری تنظیم، مالِ غنیمت اور اس کی تقسیم پر بھی ایک باب قائم کیا گیا ہے۔

یہ چند عنوانات ہیں جن کا بطور نمونہ از خروارے اور اندکے از بسیارے ذکر کیا گیا ہے، ورنہ اس قسم کے بے شمار مضامین مخطوطے کے ۷۴۳ اوراق میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مخطوطہ ہمہ گیر نوعیت کا حامل ہے اور ایک عام انسان کی معلومات میں اضافے کا باعث ہے۔

حصۂ فقہیات میں اگرچہ اصل ترجمانی فقہ حنفی کی کی گئی ہے اور اسی مسلک اور زاویۂ فکر کو منقح کیا گیا ہے تاہم امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے حوالے بھی دیے گئے اور ان مسالکِ فقہ کو ساتھ ساتھ چلایا گیا ہے۔ اور یہ مصنف کی وسعتِ علم و فکر اور فراخیٔ قلب کی دلیل ہے کہ اس نے صرف ایک ہی فقہی نقطۂ نظر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تمام مدارسِ فقہ کو واضح کر دیا ہے۔ پھر بعض مسائل میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان جو اختلافِ آرا ہے اس کی بھی نشان دہی کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ فتویٰ

سکے اجراء و نفاذ میں کس امام کی دلیل اور فکر و رائے کو فوقیت حاصل ہے۔

مصنف کی علمی ہمہ گیری

یہ مخطوطہ اس امر کا بھی وضاحت کناں ہے کہ اس دور میں ایک اہلِ علم کس اسلوب سے مسائل کو زیرِ بحث ٹھہراتا تھا اور اس کے نظر و بصر کے حدود کتنے وسعت پذیر تھے۔ اگر وہ ایک ہی کتاب میں ایک خاص ترتیب و سلیقہ کے ساتھ مختلف نوعیتوں کے مسائل کو گھیر لاتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ بیک وقت عالمِ دین بھی ہے، معلم و مدرس بھی ہے، فقیہ بھی ہے، قرآن و حدیث کی باریکیوں پر بھی نگاہ رکھتا ہے، آئمہ علماء کے اختلاف رائے سے بھی آگاہ ہے، طبی مسائل سے بھی باخبر ہے، اخلاقی قدروں سے بھی آشنا ہے، حساب و ریاضی اور باقی اصنافِ علم سے بھی واقفیت رکھتا ہے، تصوّف سے بھی اسے لگاؤ ہے، اوظاف و اوراد سے بھی وابستگی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بنیادی فریضہ بھی اس کے سامنے ہے۔ قلبی و روحانی غذا کا مسئلہ بھی اس کے پیشِ نگاہ ہے، غرض وہ کسی موضوع میں بھی بند نہیں، ظرف و ماحول کی روشنی میں وہ ایک ہی کتاب کے صفحات میں تمام ضروری اور اہم مسائل کو نہایت خوب صورتی کے ساتھ سمیٹ دیتا ہے اور یہ اس دور کے لوگوں کی ایک بہت بڑی علمی خدمت کی دلیل ہے۔

یہ مخطوطہ جو مختلف مسائل کا مجموعہ اور متنوع امور کا مرقع ہے، برصغیر پاک و ہند کے ثقافتی و تہذیبی اور علمی و فنی سلسلے کی ایک کڑی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس بات کا عکاس ہے کہ شاہانِ تغلق کے دور میں ہندوستان میں علمائے دین کی علمی و ثقافتی سرگرمیوں کے دائرے کتنے ہمہ گیر تھے۔ نیز اس سے پتہ چلتا ہے کہ خود شاہان تغلق علم و ثقافت اور فن و تہذیب کے مختلف میدانوں میں کس درجہ تیز رو اور ان سے کتنی قلبی وابستگی اور دلی محبّت رکھتے تھے۔